مولانا زاہد الراشدی

مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات

ایک قومی سانحہ

مولانا شاہ احمد نورانی کا نام پہلی بار 1970ء میں سنا جب وہ کراچی سے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر دھیرے دھیرے قومی سیاست کے افق پر آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس وقت جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ سیال شریف کے سجادہ نشیں حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی تھے لیکن اس کے بعد مولانا نورانی کو جے یو پی کا صدر منتخب کیا گیا اور وہ آخر عمر میں اس منصب کے ساتھ قومی سیاست میں متحرک کردار ادا کرتے رہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے نام سے سیاسی جماعت سب سے پہلے دیوبندی مکتب فکر کے جمعیت علماء ہند سے تعلق رکھنے والے سرکردہ علماء کرام حضرت مولانا محمد صادق آف کھڈہ کراچی، حضرت مولانا عبدالحنان آف راولپنڈی، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی، حضرت مولانا سید گل بادشاہ آف سرحد، حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسن لدھیانوی آف ساہیوال اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد آف گوجرانوالہ نے قائم کی تھی۔ یہ سب جمعیت علماء ہند سے تعلق رکھتے تھے جبکہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں کام کرنے والی جمعیت علماء اسلام کا 'جمعیت علماء ہند سے' تحریک پاکستان کی حمایت یا مخالفت کے مسئلہ پر اختلاف تھا۔ چنانچہ مذکورہ بالا حضرات نے جمعیت علماء پاکستان کے نام سے ایک تنظیم قائم کر کے اپنے رفقاء کو منظم کرنا چاہا مگر اس وقت کے حالات میں وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ میں نے حضرت مولانا مفتی عبدالواحد سے متعدد بار اس کا تذکرہ سنا ہے اور ان کے کاغذات میں اس جمعیت کی کچھ کارروائیاں بھی دیکھی ہیں مگر وہ جمعیت متحرک نہ ہوسکی اور جمعیت علماء پاکستان کے نام سے بریلوی مکتبِ فکر کے علماء کرام نے تنظیم قائم کر کے کام شروع کر دیا۔ ایک دور میں جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ کے سجادہ نشیں صاحبزادہ سید فیض الحسن تھے۔ وہ قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام میں شامل رہے ہیں اور ان کا شمار احرار کی صفِ اوّل کی قیادت میں ہوتا تھا۔ ان کی رہائش گوجرانوالہ میں تھی اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد کا ان سے دوستانہ تعلق تھا۔ اس لیے مجھے بھی ان کے پاس حاضر ہونے کا موقع ملتا رہتا تھا اور نیازمندی کا یہ تعلق آخر وقت تک رہا۔

1970ء کے انتخاب سے قبل ان کی بجائے حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی کو جے یو پی کا سربراہ چنا گیا اور الیکشن کے بعد جب جمعیت علماء پاکستان کے سات منتخب ارکان پر مشتمل پارلیمانی گروپ مولانا شاہ احمد نورانی کی سربراہی میں قومی اسمبلی میں قائم ہوا تو ان کی صلاحیتوں اور ابھرتی ہوئی شخصیت کے پیش نظر جے یو پی کی صدارت کا منصب بھی انہیں سونپ دیا گیا۔ جے یو پی کے تنظیمی محاذ پر انہیں مولانا عبدالستار خان نیازی کی رفاقت میسر آئی، جن کا شمار تحریک پاکستان کے سرگرم کارکنوں میں ہوتا تھا اور جو اس سے قبل پنجاب اسمبلی کے رکن رہ چکے تھے۔ مولانا نیازی اس سے قبل تحریک خلافت کے عنوان سے سیاسی میدان میں متحرک رہے تھے لیکن

الیکشن میں جے یو پی کی نمایاں پیش قدمی کے بعد وہ مولانا نورانی کے ساتھ میدان میں اترے اور دونوں کی مسلسل اور پرخلوص جدوجہد نے جمعیت علماء پاکستان کو چند سرکردہ علماء اور مشائخ کے حلقہ ہائے ارادت کے دائرہ سے نکال کر ایک عوامی سیاسی جماعت کا رنگ دے دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی میرٹھ سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں سے ہجرت کر کے کراچی میں آباد ہوئے تھے' ان کے والد محترم مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم کا شمار مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلفاء میں ہوتا تھا اور ان کی پیری مریدی کا سلسلہ پاکستان اور ہندوستان کے ساتھ ساتھ یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا تھا جبکہ مولانا نورانی کی شادی مدینہ منورہ میں مولانا فضل الرحمٰن مدنی ؒ کے خاندان میں ہوئی۔ انہیں اردو اور انگریزی کے علاوہ عربی، فارسی، فرانسیسی، جرمن، سواحلی اور دیگر متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا اور 1970ء کے الیکشن سے قبل ان کی تگ وتاز کا میدان دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے والد مرحوم کے مریدوں اور عقیدت مندوں کے وسیع دائرہ میں پھیلا ہوا تھا جس میں خود مولانا نورانی کی مساعی سے بھی خاصا اضافہ ہوا مگر ان کے اصل جوہر قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے بعد پارلیمانی محاذ پر کھلے اور انہوں نے بہت جلد ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے خود کو تسلیم کرالیا۔ اس وقت قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے قائد پہلے خان عبدالولی خان اور ان کی گرفتاری کے بعد مولانا مفتی محمودؒ تھے جبکہ اپوزیشن میں ان کے ساتھ مولانا نورانی ایک متحرک، مدبر اور صاف گو رہنما کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ 1973ء کے دستور کی تیاری اور پھر تحریک ختم نبوت میں انہوں نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے اور دستور میں اسلامی دفعات کو شامل کرانے اور پاکستان کی اسلامی نظریاتی حیثیت کے دستوری تحفظ میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ خان عبدالولی خان جلد گرفتار ہو کر جیل چلے گئے تھے لیکن سچی بات ہے' سقوط ڈھاکہ کے بعد بچے کھچے پاکستان کو سنبھالنے اور ملک کو ایک متفقہ دستور دینے اور دستور میں اسلام کی بنیادی دفعات کو سمونے میں اس دور کی مختصر اپوزیشن نے جو شاندار کردار ادا کیا' اس میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ مولانا ظفر احمد انصاریؒ اور پروفیسر غفور احمد کا کردار ملک کی دستوری تاریخ میں ہمیشہ پاکستانی قوم کے محسنوں کے طور پر ذکر ہوتا رہے گا۔ 1974ء میں جب ملک میں قادیانی گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چلی تو اسی اپوزیشن نے قومی اسمبلی کا محاذ سنبھالا اور اپنے اتحاد اور مشترکہ جدوجہد کی وجہ سے یہ مورچہ بھی سر کر لیا۔ اس وقت قومی اسمبلی میں اپوزیشن' تعداد کے لحاظ سے اگرچہ بڑی نہیں تھی لیکن مذکورہ بالا بھاری بھرکم شخصیات اور ان کے بے داغ کردار نے اسے ایک طاقتور اپوزیشن کی حیثیت دے دی تھی اور اپوزیشن کو یہ مقام دلوانے میں مولانا نورانی کا کردار بھی نمایاں تھا۔

1977ء کے انتخابات سے قبل جب ملک کی نو سیاسی جماعتوں نے ''پاکستان قومی اتحاد'' کے نام سے مشترکہ پلیٹ فارم قائم کیا تو اس کے سربراہ مولانا مفتی محمودؒ تھے جبکہ مولانا نورانیؒ کی جمعیت کے سیکرٹری جنرل جناب رفیق احمد باجوہ کو قومی اتحاد کا سیکرٹری چنا گیا۔ 1977ء کے انتخابات کے لیے قومی اتحاد کی انتخابی مہم اور پھر انتخابات میں دھاندلی کے خلاف عوامی جدوجہد کو منظم کرنے میں مولانا نورانی نے سرگرم کردار ادا کیا اور قومی سیاست میں ان کی پختہ کاری اور عزم واستقامت کا ایک مظاہرہ اس وقت سامنے آیا کہ جب پاکستان قومی اتحاد کی احتجاجی تحریک کے دوران جو عوام کے دینی جذبات کی وجہ سے تحریک نظام مصطفیٰ کا عنوان اختیار کر چکی تھی۔ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل اور مولانا نورانی کے رفیق کار جناب رفیق احمد باجوہ نے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے ساتھ خفیہ ملاقات کی تو مولانا نورانی نے اس کا سخت نوٹس لیا اور اپنے اس پرانے رفیق کی قربانی دینے میں ایک لمحہ کی

تاخیر نہیں کی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس نازک مرحلہ میں مولانا نورانی اپنے اس رفیق کے لیے تھوڑی سی لچک بھی دکھا دیتے تو قومی اتحاد اور تحریک نظام مصطفیٰ دونوں کا شیرازہ بکھر جاتا لیکن انہوں نے تحریک اور اس عظیم مقصد کی خاطر اپنے سیکرٹری جنرل کی قربانی دے کر اصول پرستی، بیداری اور استقامت کا شاندار مظاہرہ کیا اور ان کا یہ کردار تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

مولانا نورانی نے 78 برس عمر پائی ہے اور 1970ء سے اب تک وہ قومی سیاست کا ایک متحرک کردار رہے ہیں۔قومی اسمبلی اور سینٹ دونوں کے باری باری رکن رہے ہیں۔ان کے حلقہ ارادت کا دائرہ دنیا کے کئی براعظموں تک وسیع ہے۔وہ جوہر شناس تھے اور ہیروں کا کاروبار کرتے تھے اور دولت کے حصول اور پرتعیش زندگی کے اسباب کبھی ان کی دسترس سے باہر نہیں رہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے سادہ زندگی گزاری ہے۔میں نے کراچی صدر میں ان کی اس رہائش گاہ میں متعدد بار حاضری دی ہے جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ان کا مسکن رہی ہے اور ایک فقیر منش عالم دین کی رہائش گاہ تھی جو کرائے کے فلیٹ میں تھی۔ان کے رہن سہن کا انداز پرانے وضعدار اور باوقار علماء کی یاد تازہ کرتا تھا اور ان کی مہمان نوازی اور ملن ساری کے نقوش ذہنوں میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جایا کرتے تھے۔ان کے مزاج میں بذلہ سنجی اور خوش طبعی کا پہلو نمایاں تھا۔موقع محل کے مطابق ہلکے پھلکے فقرے چست کرنے میں انہیں کمال حاصل تھا اور وہ لمحوں میں کسی بھی محفل کو زعفران زار بنا دیا کرتے تھے لیکن تہذیب وشائستگی کا دامن انہوں نے کبھی نہیں چھوڑا جس کی شہادت کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ان کے ایک بڑے سیاسی حریف کی بیٹی جو خود بھی ان کی شدید سیاسی تنقید کا نشانہ بنتی رہیں ہیں یعنی محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان کی وفات پر جو تعزیتی بیان دیا ہے' اس میں اس بات کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے کہ وہ اختلاف کا اظہار اور تنقید تہذیب کے دائرے میں رہ کر کیا کرتے تھے۔

مولانا نورانیؒ مسلکاً بریلوی تھے اور ڈھیلے ڈھالے نہیں بلکہ پختہ کار بریلوی تھے اور میں اس بات کا عینی شاہد ہوں کہ جہاں بھی مسلک کی بات آئی ہے' ان میں کوئی لچک دیکھنے میں نہیں آئی لیکن اس کے باوجود مشترکہ دینی معاملات میں انہوں نے مشترکہ جدوجہد اور رابطہ ومعاونت سے کبھی گریز نہیں کیا۔سیاسی معاملات ہوں یا دینی' ملک کی مختلف الخیال جماعتوں اور حلقوں کے درمیان رابطہ ومفاہمت کے فروغ اور اتحاد واشتراک کے اہتمام میں ان کا کردار ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔اپنی زندگی کے آخری سالوں میں انہوں نے افغانستان میں طالبان حکومت کی حمایت، افغانستان کی قومی خودمختاری اور آزادی کے تحفظ، امریکہ کی استعماری یلغار کی مخالفت اور پاکستان کے قومی اور داخلی معاملات میں امریکی مداخلت کی مذمت ومزاحمت میں جو شاندار کردار ادا کیا' وہ ہماری قومی تاریخ کے ایک مستقل باب کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔یہی وجہ ہے کہ ملک کی دینی قوتوں نے متحدہ مجلس عمل کے نام سے سیاسی اتحاد قائم کیا تو اس کی سربراہی کے لیے نمایاں اور حقدار شخصیت انہی کی سامنے آئی اور وہ ملک میں جمہوری اقدار کی بحالی، قومی خودمختاری کے تحفظ، دستور کی بالادستی اور عالمی سطح پر امریکی استعمار کی اسلام دشمنی کے خلاف جدوجہد کی قیادت کرتے ہوئے' اس شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں کہ پوری قوم غم واندوہ میں ڈوب گئی۔تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور دینی کارکن ان کی جدائی کی کسک اپنے دلوں میں محسوس کر رہے ہیں اور بلاامتیاز ہر طبقہ ان کی دینی وقومی خدمات پر خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ (آمین یارب العالمین)